81030 ـ بیماری کی بنا پر رمضان کے روزے چھوڑنے والی فوت شدہ شخص کی جانب سے روزے رکھنا

سوال

برائے مہربانی درج ذیل حدیث کی شرح کریں:
" جو شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمہ روزے ہوں تو اس کی جانب سے ا سکا ولی روزے رکھے "
والد طویل مدت تك بیمار رہنے کے بعد فوت ہوا اور اس نے پچھلے رمضان کے روزے مکمل نہیں کیے، تو کیا اس کی جانب سے اس کی اولاد میں سے کسی کو روزے رکھنا ہونگے، یا کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں ؟

پسندیدہ جواب

الحمد للہ.

اگر تو یہ مریض دائمی مرض کا شکار تھا جس سے شفایابی کی امید نہ تھی، تو اس پر نہ تو روزے ہیں، اور نہ ہی روزوں کی قضاء، بلکہ وہ ہر یوم کے بدلے ایك مسکین کو کھانا کھلائے، اور ا گر اس نے اپنی زندگی میں یہ کام کر لیا ہے تو ٹھیك وگرنہ اس کے ورثاء اس کی جانب سے مساکین کو کھانا کھلائیں.

لیکن اگر اس کی بیماری ایسی تھی جس سے شفایابی کی امید تھی تو اس پر بیماری کی بنا پر رمضان میں روزے فرض نہیں، بلکہ اس کے ذمہ قضاء ہے، اور اگر وہ بیماری رہنے کی بنا پر قضاء کی ادائیگی نہیں کر سکا تو اس کے ذمہ کچھ نہیں، نہ تو روزے رکھنا، اور نہ ہی کھانا کھلانا، اور نہ ہی اس کے ورثاء کے لیے اس کی جانب سے روزے رکھنا لازم ہیں، اور نہ ہی اس کی جانب سے کھانا کھلانا.

لیکن اگر وہ قضاء کی ادائیگی پر متمکن تھا، لیکن اس کے باوجود قضاء کے روزے نہیں رکھے، تو اس کے ورثاء کے لیے اس کی جانب سے اتنے ایام کے روزے رکھنا مستحب ہیں جو اس نے چھوڑے تھے، اور اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو پھر ہر یوم کے بدلے ایك مسکین کو کھانا کھلا دیں.

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان:

" جو شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمہ روزے ہوں تو اس کی جانب سے ا سکا ولی روزے رکھے "

یعنی جس نے کسی عذر مثلا حیض اور سفر یا بیماری جس سے شفایابی کی امید ہے کی بنا پر روزے نہیں رکھے، اور ا نکی قضاء میں روزے رکھنے پر قادر تھا لیکن اس نے نہیں رکھا تو اس کے ولی کے لیے روزے رکھنا مستحب ہیں.

عون المعبود میں ہے:

" اہل علم اس پر متفق ہیں کہ: جب بیماری یا سفر میں کسی نے روزے ترک کیے، اور پھر اس کی قضاء میں کوتاہی نہ کی اور مرگیا ت واس کے ذمہ کچھ نہیں، اور نہ ہی اس کی جانب سے کھانا کھلانا واجب ہے، لیکن قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس کی جانب سے کھانا دیا جائیگا، اور طاؤوس سے بھی یہ بیان کیا جاتا ہے "

دیکھیں: عون المعبود (7 / 26).

اور شیخ ابن عثیمین مجموع الفتاوی میں مستحب اور مکروہ کیا ہے اور قضاء کا حکم کے تحت لکھتے کہتے ہیں:

" جس کسی نے رمضان المبارک میں بیماری کی بنا پر روزے نہ رکھے اور پھر قضاء میں روزے رکھنے سے قبل کی فوت ہو گیا تو الحمد للہ اس مسئلہ میں کوئی اشکال نہیں، نہ تو نصوص اور آثار کے لحاظ سے، اور نہ ہی اہل کی کلام کے اعتبار سے.

رہیں نصوص تو اللہ تعالی کا فرمان ہے:

اور جو کوئی مریض ہو یا مسافر تو دوسرے ایام میں گنتی پوری کرے .

تو اللہ سبحانہ و تعالی نے دوسرے ایام میں گنتی پوری کرنی واجب کی ہے، اس لیے اگر انسان وجوب کا وقت پا لینے سے قبل ہی فوت ہو جائے تو وہ اسی طرح ہے کہ جیسے رمضان المبارک کا مہینہ پانے سے قبل ہی فوت ہو گیا، اس پر آنے والے رمضان کے لیے کھانا کھلانا واجب نہیں ہوتا، چاہے وہ کچھ دیر قبل ہی فوت ہو جائے.

اور یہ بھی ہے کہ یہ مریض تو ابھی اپنی مرض میں ہی ہے اس پر تو روزے فرض ہی نہیں، اس لیے جب شفایاب ہونے سے قبل ہی فوت ہو گیا تو وہ روزے فرض ہونے سے قبل فوت ہوا، اس لیے اس کی جانب سے کھانا کھلانا واجب نہیں ہوتا؛ کیونکہ کھانا کھلانا روزے کے بدلے میں ہے، اور جب روزے واجب نہیں ہوئے تو اس کا بدل بھی واجب نہیں ہوا.

یہاں سے قرآن مجید کی اس پر دلالت ثابت ہوتی ہے کہ اگر وہ روزے نہ رکھ سکے تو اس پر کچھ لازم نہیں آتا.

اور سنت کے دلائل یہ ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

" جو شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمہ روزے ہوں تواس کا ولی اس کی جانب سے روزے رکھے "

صحیح بخاری حدیث نمبر (1952) صحیح مسلم حدیث نمبر (1147).

اس حدیث کا منطوق تو ظاہر ہے، اور ا سکا مفہوم یہ ہے کہ: جس پر روزے نہ ہوں اور وہ فوت ہو جائے تو اس کی جانب سے روزے نہیں رکھے جائینگے، اور اوپر جو کچھ بیان ہوا ہے اس سے آپ کو یہ معلوم ہوا ہو گا کہ جب مریض کا مرض مستقل ہو اور مرض موجود ہو تو اس پر روزے فرض نہیں ہوتے نہ تو بطور ادا نہ ہی بطور قضاء.

اور رہی اہل علم کی کلام تو وہ درج ذیل ہے:

المغنی ابن قدامہ طبع دار المنار (3 / 241) میں لکھا ہے:

" ا سکا اجمال یہ ہے کہ جو شخص فوت ہو گیا اور اس کے ذمہ روزے ہوں تو وہ دو حالتوں سے خالی نہیں:

پہلی حالت:

روزے رکھنے کے امکان سے قبل ہی فوت ہو گیا، یا تو وقت کی تنگی کی بنا پر، یا پھر بیماری یا سفر کی بنا پر، یا روزے رکھنے سے عاجز تھا: توا کثر اہل علم کے قول کے مطابق اس شخص کے ذمہ کچھ لازم نہیں، اور طاؤوس اور قتادہ سے بیان کیا جاتا ہے کہ وہ دونوں اس شخص پر کھانا کھلانا واجب قرار دیتے ہیں، پھر اس کی علت بیان کرنے کے بعد اس علت کو باطل بھی کیا ہے.

پھر وہ صفحہ (341) پر کہتے ہیں:

دوسری حالت: وہ روزے رکھنے کے امکان کے بعد فوت ہوا ہو، تو اس شخص کی جانب سے ہر یوم کے بدلے ایك مسکین کو کھانا کھلانا واجب ہے، اکثر اہل علم کا قول یہی ہے، اور عائشہ اور ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہم سے بھی یہی مروی ہے...

پھر کہتے ہیں: اور ابو ثور رحمہ کا قول ہے: اس کی جانب سے روزے رکھے جائینگے، امام شافعی کا قول یہی ہے، پھر ہم اوپر جو عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی حدیث ذکر کی ہے اس سے انہوں نے استدلال کیا ہے.

اور شرح المہذب (6 / 343) ناشر مکتبہ الارشاد میں ہے:

" جو شخص بیماری یا سفر وغیرہ دوسرے عذر کی بنا پر فوت ہو جائے اور اس کے ذمہ روزے ہوں اور وہ ان روزوں

کی قضاء کرنے پر قادر نہ ہو سکا ہو تو علماء کے مذاہب اس میں کئی ایك ہیں:

ہم نے بیان کیا ہے کہ ہمارے مذہب میں تو اس پر کوئی چیز لازم نہیں آتی، نہ تو اس کی جانب سے روزے رکھے جائینگے، اور نہ ہی اس کی جانب سے کھانا کھلایا جائیگا، ہمارے ہاں اس میں کوئی اختلاف نہیں.

اور امام ابو حنیفہ اور جمہور کا یہی قول ہے، العبدری کہتے ہیں: طاؤس اور قتادہ کے علاوہ باقی سب علماء کا قول یہ ہے، وہ دونوں کہتے ہیں کہ: اس کی جانب سے ہر یوم کے بدلے ایك مسکین کو کھانا کھلانا واجب ہے، پھر اس کی علت بیان کرنے کے بعد اسے باطل بھی کیا ہے.

وہ کہتے ہیں: ہمارے اصحاب میں سے بیہقی وغیرہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی درج ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" جب میں تمہیں کوئی حکم دوں تو اس پر اپنی استطاعت کے مطابق عمل کرو "

اور " الفروع " (3 / 39) طبع آل ثانی میں درج ہے:

" اور اگر اس نے قضاء کرنے میں تاخیر کی حتی کہ قضاء سے قبل ہی فوت ہو گیا: اگر تو یہ تاخیر کسی عذر کی بنا پر تھی تو اس پر کچھ لازم نہیں، دلیل نہ ہونے کی وجہ سے اسے تینوں آئمہ کے موافق بیان کیا ہے "

تواس سے یہ واضح ہوا کہ اس مسئلہ میں کوئی اشکال نہیں، اگر کوئی عذر باقی اور جاری ہو تو بغیر روزہ رکھے ہوئے فوت ہونے والے شخص کی جانب سے روزوں کی قضاء نہیں کی جائیگی، اور اسی طرح اس کی جانب سے کھانا بھی نہیں کھلایا جائیگا.

لیکن اگر اس کی بیماری ایسی ہو کہ اس سے شفایابی کی امید نہیں تو اس وقت وہ اس بوڑھے کی طرح ہو گا جو روزے رکھنے کی استطاعت نہیں رکھتا، اس لیے اس کی جانب سے کھانا کھلایا جائیگا؛ کیونکہ اس کی زندگی میں بھی روزوں کے بدلے اس پر یہی واجب تھا.

اور اسم مسئلہ میں اہل علم نے جو مقرر کیا ہے، اس کے متعلق نفس میں کچھ نہیں، اور جو کچھ ہم نےاوپر کی سطور میں لکھا ہے اس سے آپ کو یہ معلوم ہوا ہو گا کہ اگر طاؤس اور قتادہ سے مروی نہ کیا جاتا تو یہ تقریبا اجماع ہونے والا تھا " انتہی.

دیکھیں: مجموع فتاوی ابن عثیمین (19) مستحب اور مکروہ کیا ہے اور قضاء کا حکم.

اور مستقل فتاوی کمیٹی کے فتاوی جات میں درج ذیل سوال ہے:

(97 ھ) کے رمضان المبارك میں میری والدہ بیمار تھی اور اس میں سے آٹھ روزے نہیں رکھ سکی اور رمضان کے تین ماہ بعد فوت ہو گئی تو کیا میں اس کی جانب سے آٹھ روزے رکھوں، اور کیا یہ ممکن ہے کہ ان روزوں کو (98 ھ) کے رمضان کے بعد تك مؤخر کردوں، یا کہ اس کی جانب سے صدقہ کروں ؟

فتاوی کمیٹی کا جواب تھا:

" اگر تو آپ کی والدہ رمضان المبارك کے بعد شفایاب ہو گئی تھی جس میں اس نے آٹھ روزے چھوڑے تھے، اور وہ فوت ہونے سے قبل شفایاب رہی اور روزے قضاء کرنے کی استطاعت رکھتی تھی، لیکن بغیر قضاء کیے ہی فوت ہو گئی تو آپ کے لیے یا اس کے کسی رشتہ دار کے لیے اس کی جانب سے آٹھ روزے رکھنے مستحب ہیں؛ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

" جو شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمہ روزے ہوں تو اس کی جانب سے ا سکا ولی روزے رکھے "

متفق علیہ.

اور روزوں کو مؤخر کرنا جائز ہے، لیکن قدرت ہونے کے ساتھ روزے جلدی رکھنا اولی اور افضل ہیں.

لیکن اگر وہ مسلسل بیمار رہی اور بیماری کی حالت میں ہی فوت ہو گئی اور روزے قضاء کرنے کی استطاعت نہ تھی، تو اس کی جانب سے روزے نہیں رکھے جائينگے، کیونکہ وہ قضاء میں روزے رکھنے پر متمکن ہی نہیں ہو سکی.

اس کی دلیل عمومی فرمان باری تعالی ہے:

اللہ تعالی کسی بھی جان کو اسکی وسعت و طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا .

اور فرمان باری تعالی ہے:

تو تم میں جتنی استطاعت ہے اس کے مطابق اللہ کا تقوی اختیار کرو . انتہی.

دیکھیں: فتاوی اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء (10 / 372).

واللہ اعلم .